Title:	**نبی کریم ﷺ کی صفتِ جوامع الکلم اور خطبات کے محاسن: تحقیقی مطالعہ** **The Splendor of the Prophet's (PBUH) Attributes in Jawaami' al-Kalim and Sermons: A Study in Depth**
Author (s) & Affiliation (s)	1. **Rehana Murid Ali** PhD Scholar, GIFT University, Gujranwala. Email: 192530010@gift.edu.pk 2. **Dr. Hafiz Muhammad Waseem Abbas** Assistant Professor GIFT University, Gujranwala. Email: waseem.abbas@gift.edu.pk, 3. **Summayia Sundas** Lecturer, Govt. Post Graduate College for Women, Daska Email: summyiasundus35@gmail.com
History:	**Received**: Sep. 02, 2023, **Reviewed**: Sep. 10, 2023, **Accepted**: Sep. 29, 2023, **Available Online**: Sep. 30, 2023
Citation:	Rehana Murid Ali, Waseem Abbas, and Summayia Sundas (2023), " نبی کریم ﷺ کی صفتِ جوامع الکلم اورخطبات کے محاسن :تحقیقی مطالعہ - The Splendor of the Prophet's (PBUH) Attributes in Jawaami' al-Kalim and Sermons: A Study in Depth". *Tanāẓur*, 4, no.2 (2023): pp. 572-592
Copyright:	© The Authors
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest
Homepage:	http://tanazur.com.pk/index.php/tanazur/index

جلد: ۲، شمارہ: ۳، جولائی - ستمبر ۲۰۲۳

نبی کریم ﷺ کی صفتِ جوامع الکلم اور خطبات کے محاسن: تحقیقی مطالعہ

The Splendor of the Prophet's (PBUH) Attributes in Jawaami' al-Kalim and Sermons: A Study in Depth

ریحانہ مراد علی[1]   ڈاکٹر حافظ محمد وسیم عباس[2]   سُمیّہ سندس[3]

Abstract

Concise talk is marked feature of Hazrat Muhammad (PBUH) conversation. It is peculiarity related to last prophets' way of talking only. This trait is mentioned in Holy Quran and Prophet Muhammad (PBUH)also admit to be blessed with it. there are countless traits of prophet's eloquence in speech like interrogation, dialogue, instigation, munificence, analyticity and pertinence. Prophet (PBUH)was assigned to transfer universal message of Allah Almighty to all human beings, eloquent message needs eloquence of its own example. This article would explain some distinguished succinct speech traits of Prophet (PBUH)which on one hand profess marked principles for spending successful life, while on other hand gives artistic appeasement.

Keywords: *Hazrat Muhammad (PBUH), Speech, Principles, Conversation*

1 پی ایچ ڈی اسکالر، گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ

2 اسسٹنٹ پروفیسر علوم اسلامیہ، گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ

3 لیکچرار گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج برائے خواتین، ڈسکہ

موضوع کا تعارف:

نبی کریم ﷺ کو ایک امتیازی خوبی "جوامع الکلم" سے نوازا گیا ہے۔ یہ خوبی خاص نبی کریم ﷺ کے ساتھ منسلک ہے۔ آپ ﷺ سے قبل کسی اور نبی کو یہ خوبی حسن کلام خاص معجزہ کے طور پر نہیں عطاء ہوئی۔ لہذا، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے خود تمام انبیاء پر اس خوبی کی وجہ سے فضیلت و فوقیت کا اظہار فرمایا:

"فضلت على الأنبياء بست: اعطيت جوامع الكلم ونصرت بالرعب وأحلت لي الغنائم وجعلت لي الأرض طهورا ومسجدا وأرسلت إلى الخلق كافة وختم بي النبيون "[4]

مجھے دیگر انبیاء پر چھے امور میں فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جوامع الکلم عطاء کیے گئے اور رعب سے مجھے (دشمن) پر کامیابی دی گئی اور میرے لیے مال غنیمت کو حلال ٹھہرایا گیا اور زمین پاک کر کے سجدہ گاہ بنادی گئی اور میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر سلسلہ نبوت مکمل ہوا۔)

ایک اور موقع پر نبی کریم ﷺ نے اپنے اس وصف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"إنما بعثت فاتحا وخاتما وأعطيت جوامع الكلم وفواتحه"[5]

(مجھے فاتح اور خاتم بنا کر بھیجا گیا ہے اور مجھے جوامع الکلم اور فواتح الکلم عطا کیے گئے ہیں۔)

عربی زبان میں جوامع الکلم کا مفہوم:

"جوامع الکلم" وہ کلام ہوتا ہے جو الفاظ میں اختصار رکھتا ہو مگر اپنے اندر معنی میں وسعت و جامعیت لیے ہوئے ہو۔ جیسا کہ علامہ جرجانی اپنی معروف کتاب "التعریفات" میں لغوی بحث میں اس بات کو نمایاں کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

جامع الكلم: ما يكوْن لفْظه قليلا و معْناه جزيلا[6]

(جامع کلمات وہ ہوتے ہیں جن میں الفاظ کم اور معانی زیادہ ہوں۔)

علامہ ابن منظور الافریقی (المتوفی: 711ھ) جوامع الکلم کی تعریف میں لکھتے ہیں:

---

[4] ۔امام مسلم، بن حجاج القشیری۔ الجامع الصحیح-لاہور: مکتبہ نعمانیہ اردو بازار، 2008ء، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب المساجد و مواضع الصلاۃ ۔ج:1، ص:371، رقم الحدیث:523

[5] ۔عبد الرزاق، المصنف، ص:112، ج:6، الرقم:10163

[6] جرجانی، علی بن محمد۔ کتاب التعریفات۔ مکتبہ حمادیہ، کراچی، 1403ھ۔ ص:65

جوامع الکلم معناہ کیف لا یقتصر علی الایجاز و یترک الفضول من الکلام[7]

(جوامع الکلم کا معنٰی ہے کہ (کلام) ایجاز میں اختصار نہ لیے ہو اور فضول (لایعنی) امور کو کلام میں سے ترک کر دیا گیا ہو۔)

عربی لغت کی معروف کتاب "المعجم الوسیط" میں بھی اسی بات کو بیان کیا گیا ہے:

کلام جامع قلت الفاظہ وکثرت معانیہ[8]

(جامع کلام سے مراد ایسا کلام جس میں الفاظ کم اور مفاہیم زیادہ ہو۔)

مندرجہ بالا لغت کی تمام کتب میں اصطلاح جوامع الکلم کے ملتے جلتے معنی بیان ہوئے ہیں یعنی ایسا مختصر اور چند الفاظ پر مبنی کلام جس میں لاتعداد اسرار پنہاں ہوں، الفاظ کی قلت ہو لیکن معنی میں وسعت پائی جائے۔ کلام میں یہ خوبی متکلم کی ذکاوت و حکمت کا ثبوت ہے۔ لہذا، لغوی اعتبار سے دیکھا جائے تو "جوامع الکلم "یعنی دو الفاظ کا مجموعہ ایک خاص قسم کے اجتماع کی عکاسی کرتا ہے۔ اس سے منتشر اور بکھرے ہوئے نظریات کو ایک جگہ جمع کرنا اور ان سے اعلٰی نوعیت کے مفاہیم کو واضح کرنا مطلوب ہوتا ہے۔

قرآنِ حکیم میں صفتِ جوامع الکلم کا تذکرہ:

نبی کریم ﷺ کو "جوامع الکلم" کی صفت معجزہ کے طور پر عطا ہوئی- قرآن کریم سے حضورؐ کی صفت جوامع الکلم کا اظہار ملتا ہے- اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو دیے ہوئے اس خاص وصف کی طرف اشارہ کرتے تاکید فرمائی ہے کہ اس صفت سے بدرجہ اتم کام لیں اور زدوکوب کرنے والوں کے ڈر سے کچھ نہ چھپائیں بلکہ واضح انداز میں عبرو نصیحت فرمائیں- ارشاد ربانی ہے:

"یٰاَیُّھَا الرسُوْلُ بَلغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ ربکَ وَ اِنْ لمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلغْتَ رِسَالَتَہٗ وَ اللہُ یَعْصِمُکَ مِنَ الناسِ اِن اللہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ"[9]

(اے رسول: جو کچھ آپ ﷺ پر آپ کے رب کی جانب سے اترا ہے اس کو لوگوں تک پہنچا دو، اگر آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپ ﷺ نے پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔

پس آیت بالا سے یہ روز روشن کی طرح عیاں ہوا کہ جتنا اعلٰی پیغام ہو گا اتنا ہی پیغام پہنچانے والا فصیح و بلیغ ہو گا اور اسی قدر مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا- تبلیغ کا فریضہ بہت اہم ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تاکید فرمائی کے خوف سے بالاتر ہو کر اس فریضہ کو ادا کریں اور ملامت کرنے والوں سے رنج نہ کریں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو آداب تبلیغ بتاتے ہوئے یوں حکم فرمایا:

---

[7] امام جمال الدین ابی الفضل-لسان العرب-لبنان، دار الکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الاولی ج:5 ص:49

[8] ۔ أحمد الزیات۔ "المعجم الوسیط"۔ مجمع اللغۃ العربیۃ بالقاھرۃ، مطبع مصر شرکہ مساہمہ مصریہ، 1380ھ 1960ء۔ باب الھمزۃ، ج:1، ص:135

[9] المائدہ 5:67

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا[10]

(یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ جانتا ہے کہ ان کے دلوں میں کیا ہے، لہٰذا ان سے تعرض مت کرو ،انہیں سمجھاؤ اور ایسے انداز سے نصیحت کرو جو ان کے دلوں میں گھر کر جائے۔)

آیت ہذا میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو قول بلیغ سے کفار و منافقین کو دعوت دینے کی تلقین کی ہے صاف اور دل میں اتر جانے والی بات تا کہ کفار کو کوئی ابہام نہ رہے ڈاکٹر وہبہ الزہیلی نے آیت بالا کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت:

"يدل على كيفيته معاملتهم بثلاثة احوال،الاعراض عنهم،و النصح و التذكير بالخير لترق قلوبهم،و القول بليغ المؤثر في النفس با لترغيب"[11]

(ان کے (کفار و منافقین) معاملے میں تین حالتوں پر دلالت کرتی ہے،ان سے اعراض کرنا،ایسی نصیحت جو ان کے دل تک پہنچ جائے اور ایسی واضح بات جو ان کے نفس کو(عمل)کے لیے ترغیب دلائے)۔

سورۃ اشعراء میں بھی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے اس وصف کی طرف اشارہ ہے ارشاد ربانی ہے:

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الأَمِينُ * عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ * بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ [12]

(اس (کلام) کو روح الامین لے کر نازل ہوئے تمہارے دل پر تا کہ تم ڈرانے والوں میں سے ہو جاؤ اور یہ عربی مبین ہیں ہے۔)

واضح اور صاف عربی زبان میں قرآن کریم کو نازل کیا گیا اور نزول کا یہ مرحلہ نہایت محتاط نوعیت کا تھا تا کہ مشرکین مکہ کو کوئی حجت نہ رہے کہ ان کی آبائی زبان میں یا سہل انداز میں قرآن نہیں اترا اس لیے وہ ایمان نہیں لائیں گے-کلام کی فصاحت وبلاغت نے ان کے حیلے کے تمام راستے بند کر دیے ہیں۔علامہ ابن جریر طبری ان آیات کی تفسیر کرتے ہیں:

[10] النساء4:63

[11] وہبہ الذہیلی،الدکتور-التفسیر المنیر-مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ -ج:3،ص:141

[12] ۔الشعراء26:193

"فاؤتی ﷺجوامع الکلم، واختصر له الکلام اختصارا ، وجمع الله له المعاني الكثيرة في ألفاظ قليلة يسيرة ، ليسهل حفظها وتبليغها ، وجعل ذلك من أدلة نبوته ، وأعلام رسالته"[13]

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جوامع الکلم دیئے گئے، کلام کا اختصار دیا گیا، اور کم الفاظ میں زیادہ معانی دیئے تاکہ ان کا حفظ کرنا اور آگے پہنچایا آسان ہو اور یہ ان کی نبوت کی دلیل اور رسالت کی علامت ہے"

یعنی اللہ رب العزت نے جس قوم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا اس قوم کے لوگ فصاحت و بلاغت کو معیار بنائے ہوئے تھے۔ چنانچہ فصاحت و بلاغت نبوت کے مقاصد کا حصہ ہے۔ اور اس قوت تکلم کو نبوت و رسالت کی دلیل اور علامت قرار دیا- نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس قوم میں مبعوث ہوئے وہاں فصاحت و بلاغت کی جو اہمیت تھی اسے جاحظ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

والذين بعث فيهم اكثر ما يعتمدون عليه البيان وللسان[14]

(وہ لوگ جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوا تھا ان کا معیار کمال ہی قوت بیان اور فصاحت لسان تھی۔)

یہی وجہ تھی کہ اہل عرب اپنی زبان دانی پر نازاں تھے۔ دیگر اقوام کو جاہل اور گونگے کہتے تھے۔ خطیب کی ان کے ہاں ایک خاص قدر و منزلت ہوتی۔ ایسے ماحول اور ایسے ملکہ کے حاصل افراد کے ہاں اگر ان کے اپنے درجے کے برابر بھی کوئی شخص پیغمبری کا دعویٰ کرتا تو وہ تضحیک کے انداز میں ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ جوامع الکلم ہونے کا وصف وہی تھا جو کسی اور کو حاصل نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتے، وہ جو کچھ کہتے ہیں اللہ کے اذن سے ہوتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

"وَ مَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى "[15]

(وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا بلکہ یہ تو ایک وحی ہے جو اس کی طرف بھیجی جاتی ہے۔)

تفسیر مظہری میں اس آیت کی تفسیر میں بیان ہوا ہے:

"قرآن ہو یا دوسرا ارشاد وہ اپنے میلان نفس سے کچھ نہیں کہتے۔ مطلب یہ کہ شاعروں کی طرح قرآن انہوں نے خود نہیں بنایا۔ اسی طرح وہ جو کلام کرتے ہیں اپنے میلان نفس کی مناسبت سے نہیں

---

[13]۔ الطبری، محمد بن جریر- جامع البیان فی تاویل القرآن-ا القاھرۃ:لطبعۃ الاولیٰ،1422ھ-2001ءمرکز البحوث و الدراسات العربیۃ والاسلامیۃ۔ج:22،ص:145

[14]۔ الجاحظ، عمرو بنعثمان، البیان والتبیین، ص:27

[15]۔ النجم 53،4-3

کرتے۔وحی جلی (قرآن) ہو یا خفی (احادیث) سب اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں بلکہ آپ ﷺ کا اجتہاد فکری بھی بامر خدا ہوتا ہے"[16]

امام القرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"وفيها أيضًاالدلالة على انّ السنّة كا الوحى المنزّل فى العمل"[17]

امام غزالیؒ نے نبی کریم ﷺ کے جوامع الکلم کے متعلق لکھا ہے "وماینطق عن الھوی کے مطابق آپ ﷺ کے یہ کلمات روح القدس کے توسط سے فیض ربانی تھا"۔ان کے الفاظ ہیں:

"وما كان اوْجزالناس كلاما وبذاک جا ءه جبْرئِل وكان مع الايْجاز يجْمع كل ما اراد، وكان يتكلم بجوامع الكلم لا فضول ولا تقصير"[18]

(آپ ﷺ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ مختصر بات کرنے والے تھے۔یہ فیض ربانی ان کے لیے جبریل امین لائے تھے۔اختصار کے ساتھ آپ ﷺ جتنی جامع بات کرنا چاہتے تھے کر لیتے تھے۔آپ ﷺ کا کلام جامع کلمات ہوتے تھے جن میں فالتو بات ہوتی نہ کسی قسم کی کمی ہوتی تھی۔)

مزید قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ:

"اما كلامه المحتاد و فصاحة العلومة وجوامع كلمه و حكمه الماثورة فقد الف الناس فيها الدواوين وجمعت فى الفاظها ومعانيها الكتب"[19]

"جہاں تک آپ ﷺ کے معمول کے کلام، آپ ﷺ کی مشہور فصاحت، جامع کلمات حکمت کا تعلق ہے تو ان کے متعلق لوگوں نے دیوان و دفاتر تصنیف کر ڈالے ہیں اور ان کے الفاظ و معانی کے بارے میں کتابیں جمع کر دی گئی ہیں۔"

مختصراًیہ کہ قرآن کریم معجزات محمدی ﷺ میں سے ایک اہم معجزہ ہے۔اس اعجاز کی وجوہات میں سے ایک نہایت اہم وجہ ابلاغی اعجاز ہے۔اس اعجاز کا تقاضا ہے کہ حامل قرآن بات مختصر مگر جامع کرنے والا اور فصیح و بلیغ ہو، تاکہ کلام الٰہی کو موثر انداز میں لوگوں تک پہنچا سکے۔

---

[16] ۔پانی پتی، محمد ثناء اللہ۔التفسیر المظہری-الباکستان: مکتبۃ الرشیدیہ 1992ء ج:5، ص:43

[17] ۔القرطبی، محمد بن احمد۔الجامع لاحکام القرآن۔القاہرۃ، دار الکتب المصریۃ-الطبعۃ الثانیۃ، 1384ھ-1964م، ج:17، ص:85

[18] ۔غزالی، امام، احیاء علوم الدین، پاکستان: دارالاشاعت اردو بازار، کراچی، ج:2، ص:274

[19] قاضی عیاض۔الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ۔پاکستان: مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور 2000 ج:1، ص:173

احادیثِ مبارکہ میں صفتِ جوامع الکلم کا تذکرہ:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنی اس صفت کے متعلق فرمایا:

"اوتیت فواتح الکلم و خواتمه،و جوامعه"[20]

"مجھے کلمات کے آغاز اور اختتام کا حسن و کمال اور ان کی جامعیت عنایت فرمائی گئی ہے۔"

ایک روایت میں یوں فرمایا:

"اعطیت جوامع الکلم اختصر لی الحدیث اختصارا"[21]

(مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے اور میرے لیے گفتگو کو بہت مختصر کر دیا گیا۔)

ایک موقع پر آپ ﷺ نے اپنی خطابت کے بارے میں فرمایا:

"ادّبنی ربّی فا حسن تادیبی"[22]

"مجھے ادب سکھایا میرے رب نے اور میری عمدہ تربیت کی"

مذکورہ بالا گفتگو سے حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا کلام نہایت شائستہ و خوبصورت اور موتیوں کی طرح ہوتا تھا۔ بامعنی، مختصر مگر حکمت کی بے پناہ وسعتیں سمیٹے ہوئے۔ آنحضور ﷺ نے خود اس وصف باکمال کا ذکر فرمایا اور اس اختصار کلام کی خوبی کا اقرار فرمایا۔ آپ ﷺ کا کلام ہر قسم کی پیچیدگی، ابہام، شبہ اور نامانوس کلمات سے پاک ہوتا۔ آنحضور ﷺ کو دیگر انبیاء کرام پر بھی جوامع الکلم کے پیرائے میں فضیلت بخشی گئی۔

نبی کریم ﷺ کا اندازِ گفتگو اور خطبات کے محاسن:

کسی بھی انسان کو اپنی بات کی طرف متوجہ کرنے اور اس کو ہمہ تن گوش کرنے کے لیے موثر باہمی گفتگو کی ضرورت ہوتی ہے۔ گفتگو جتنی پرکشش، خوبصورت اور لائق تفہیم ہو گی اتنا ہی سامعین پر اثر رکھے گی۔ یہی وجہ ہے کہ سامعین انداز تکلم کی سحر انگیزی سے مسحور ہو کر الفاظ کو سنتے چلے جاتے ہیں۔

استفہامیہ اندازِ گفتگو:

[20]۔ ابن حنبل، احمد بن محمد۔ المسند۔ الامام احمد بن حنبل۔ بیروت: دارالاحیاء التراث العربی، 1991ء۔ ج:2، ص:172، الرقم 6606

[21]۔ دار قطنی، علی بن عمر۔ سنن الدار قطنی۔ بیروت: دار ابن حزم، 1432۔ 2011، ج:4، ص:144

[22]۔ خفاجی شہاب الدین امام، نسیم الریاض، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ج:1، ص:427

جلد: ۳، شمارہ: ۳ ، جولائی - ستمبر ۲۰۲۳

آپ ﷺ نے متعدد مقامات پر استفہامیہ انداز کلام کو اختیار فرمایا۔ آنحضور نبی کریم ﷺ کا عام طور پر معمول یہ تھا کہ جب کسی اہم بات کی طرف عوام عامہ کو متوجہ کرنا مقصود ہوتا تو پہلے استفہامیہ انداز اختیار کرتے اور ایسا سوال کرتے کہ ہر شخص گوش بر آواز ہو جائے اور اگلی بات سننے کے لیے اس میں تجسس اور خواہش بیدار ہو جائے پھر آپ ﷺ ارشاد فرماتے۔ مثال کے طور پر: حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا:

عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال:قال رسول الله ﷺ:"ايّكم مال وارثه احب اليه من ماله ؟"قالوا: يا رسول اللهﷺ مامنّا من احد الا ما له احب اليه من مال واثه،قال رسول اللهﷺ:اعلموا انه ليس منكم من احد الا مال وارثه احب اليه من ماله،ما لک ما قدمت و مال وارثک ما اخرت[23]

(عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کون ہے وہ شخص کہ جسے اپنے وارث کا مال خود اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ایسا تو کوئی بھی نہیں، ہر کسی کو اپنا ہی مال زیادہ محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی کا مال وہی ہے جو اس نے آگے بھیجا (جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا) اور جتنا مال وہ چھوڑ گیا وہ اس کے وارثوں کا ہے) .

نبی کریم ﷺ استفہامیہ انداز سے سامعین کی توجہ کو حد درجہ اپنی طرف مبذول فرمالیتے۔ گویا یہ کوئی پہیلی ہوتی یا ایسا راز جسے جاننے کا شوق، طلب اور جذبہ و جستجو جاگزیں ہوتا۔

مکالمانہ اندازِ گفتگو:

مکالمانہ انداز تکلم بھی کلام کی ایک اہم قسم ہے جس سے سامع کو بڑی مہارت سے اپنا ہم خیال بنایا جا سکتا ہے- آپ ﷺ کو اس صفت میں کامل ملکہ حاصل تھا- آپ ﷺ سے گفتگو سے قبل مطلوبہ فرد کے تیور اور مزاج اور ہوتا جبکہ بعد میں وہ کوئی اور انسان معلوم ہوتا- مثال کے طور پر سیرۃ ابن ہشام میں واقعہ بیان ہوا ہے

بنی عبد الاشہل کے ابوُالعیسر، انس بن رافعِ چند نوجوانوں کے ساتھ مکہ آئے تا کہ خزرج کے مقابلے میں قریش سے حمایت پر حلف لے لیں۔ اس موقع پر حضور نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور صورت حال دریافت کی اور فرمایا:

هل لكم فى خيرمما جئتم له؟

(کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتادوں جس کی خاطر تم یہاں آئے ہو؟)

[23]۔ البخاري، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ والقليل من الصدقة، ج:2، ص:4، رقم الحدیث: 1417

جلد:۲، شمارہ:۳ ،جولائی-ستمبر ۲۰۲۲

فقالوا له: وما ذاک

اس نے کہا وہ کیا ہے

اس آپ ﷺ نے جواب دیا:

قال:"انا رسول الله ،بعثنى الله الى العباد، لادعوهم الى ان يعبدوالله ولا يشركوا به شيئا، وانزل على الكتاب۔ قال ثم ذكر لهم الاسلام، وتلا عليهم القرآن[24]

(کہا:" میں اللہ کا رسول ہوں، مجھے اللہ نے بندوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے، تاکہ میں دعوت دوں کہ اللہ کی عبادت کریں اور کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں اور مجھے پر کتاب (قرآن) نازل کی گئی، پھر ان سے "اسلام" کے معلق گفتگو کی اور ان پر قرآن کی تلاوت کی۔)

مطلب یہ کہ جب آپ ﷺ نے اسلام کی حقیقت ان کے سامنے بیان کی اور قرآن مجید کی تلاوت فرمائی ان میں سے ایک نوجوان "ایاس بن معاذ" کہنے لگا۔ اے قوم واقعی یہ بات اس کام سے بہتر ہے جس کے واسطے تم آئے ہو۔

ایک مرتبہ قریش مکہ نے ابو الولید (عتبہ) کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا تاکہ آپ ﷺ دین کی تبلیغ کا کام ترک کر دیں اور ان کے آباء و اجداد کے دین کو مفاسدات سمیت پھلنے پھولنے کے لیے آزاد چھوڑ دیں تو ابو الولید اور نبی کریم ﷺ کے درمیان گفتگو کا آغاز ہوا۔ عتبہ کھڑا ہوا اور آگے آکر آنحضور ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور بولا:

"یا ابن اخی ،انّک منا حیث قد علمت من السطة فی العشیرة و المکان فی النسب و انک قد اتیت قومک بامر عظیم فرقت به جماعتهم و سفهت به احلامهم و عبت به آلهتهم و دینهم و کفرت به من معنی من آبائهم فاسمع منی اعرض علیک امورا انتظر فیها لعلک تقبل منها بعضها"[25]

(اے میرے بھائی کے بیٹے (بھتیجے) تم ہمارے درمیان جس حیثیت کے مالک ہو تمہیں بخوبی معلوم ہے۔ تم نے اپنی قوم کو ایک ایسے فتنے میں مبتلا کر دیا ہے جس نے ان کے اتحاد کے شیرازے کو بکھیر دیا ہے۔ تم نے ان کے آباء کو بیوقوف و احمق قرار دیا ہے۔ ان کے مذہب کی توہین کی ہے۔ ان کے معبودوں کو برا بھلا کہا ہے۔ میں کچھ باتیں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں شاید تمہیں کوئی بات قبول ہو۔)

---

[24]۔ ہشام، ابو محمد عبد الملک۔ السیرۃ النبویہ۔ لاہور: المکتبہ الرحمانیہ 99 جے ماڈل ٹاؤن۔ طبع سوم 1994، ج:1، ص:292

[25]۔ ایضا، ص:292

اس کے بعد اس نے آپ ﷺ کے سامنے دولت، بادشاہت، عورت کے عشق اور بیماری کے علاج کے خرچہ کی پیشکش کی۔ آپ ﷺ غور سے سنتے رہے۔ جب وہ خاموش ہو گیا تو آپ ﷺ نے نہایت متحمل مزاج اور عمدہ انداز سے تکلم فرمایا۔ آپ ﷺ نے پوچھا اے ابو ولید کیا تمہاری بات مکمل ہو گئی تو اس نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پر آپ ﷺ نے اپنے عزم کا اظہار کیا اور اسلام کی حقانیت واضح کی۔ اور فرمایا اب میری بات سنو۔ " آپ ﷺ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سورۃ الصف کی تلاوت فرمائی اور عتبہ اپنے دونوں ہاتھ اپنے پیچھے زمین پر ٹکائے غور سے سنتا رہا۔ آیت سجدہ پر پہنچ کر آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور سر اٹھا کر فرمایا "اے ابو الولید آپ نے میرا جواب سن لیا اب آپ جانیں اور آپ کا کام۔

آپ ﷺ کا مکالمانہ انداز نہایت عمدہ اور جداگانہ تھا نہ تو لڑائی جھگڑے پر مشتمل ہوتا اور نہ طوالت پر کہ سامنے والا تنگ آجائے۔ آپ ﷺ کے مکالمانہ انداز کی سحر انگیزی تھی کہ وہ اطمینان سے ٹیک لگائے سنتا رہا اور متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

اس نے واپس اپنی قوم میں آپ ﷺ کے انداز تکلم سے متاثر ہو کر کہا:

"قد سمعت قولا و الله ما سمعت مثله قط،و الله ما هوا با لشعر و لا با لسحر و لا با لكهانة يا معشر قريش،اطيعونى و اجعلو لها بى،و خلوا بين هذا الرجل و بين ما هوا فيه فاعتزلوه فو الله ليكونن لقوله الذى سمعت منه نباءعظيم فان تصبه العرب فقد كفيتموه بغيكم و ان يظهر على العرب فملككم و عزه عزكم و كنتم اسعد الناس به"[26]

(تحقیق، میں ایک ایسا (پر اثر) کلام سنا ہے کہ اس نوعیت کا کلام پہلے کبھی نہیں سنا۔ خدا کی قسم نہ یہ شعر ہے نہ جادو ہے اور نہ کہانت، لہٰذا اے سرداران قریش میری مانو تو اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دو، میں سمجھتا ہوں کہ یہ کلام کوئی رنگ لا کر رہے گا۔ فرض کرو اگر اہل عرب اس پر غالب آگئے تو اپنے بھائی پر ہاتھ اٹھانے سے تم بچ جاؤ گے اور دوسرے اس سے نمٹ لیں گے۔ لیکن بصورت دیگر اگر وہ عرب پر غالب آگیا تو اس کی بادشاہی و سلطنت تمہاری کامیابی ہو گی اور اس کی عزت تمہاری عزت ہو گی۔)

مذکورہ بالا اس باہمی گفتگو سے یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عتبہ کے اس کے قبیلے میں شرف و منزلت کے مقام کو مد نظر رکھا اور خوبصورت انداز گفتگو سے اسے قائل کرنے کی سعی کی-وہ اچھا خاصہ داناء آدمی تھا جس کی دانائی کے اہل قریش قائل تھے۔ وہ آپ ﷺ کے مکالمانہ انداز سے بے حد متاثر ہوا۔ آپ ﷺ کی گفتگو کا مکالمانہ انداز آپ ﷺ کی دعوت کو عام کرنے میں بہت اہم رہا کیونکہ آپ ﷺ جس سے بھی بات چیت کرتے وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا

[26] ایضا، ص:292

آپ ﷺ مدعو کی نفسیات، حالات اور فکری و نظری رعایت کا بہت خیال فرماتے اور دعوت کو اس وقت جو صورت حال پیش تھی۔ اس کے مطابق آپ ﷺ نے ان کے سوالات کے جوابات دیئے۔ آپ ﷺ کو انسانی فطرت کے میلان کا پتہ تھا اس لیے آپ ﷺ کی گفتگو اسی مرکز اور اس نہج پر ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک قسم کا سوال پوچھنے پر ایک سائل کو اور جواب ملتا جبکہ دوسرے سائل کو اس سے مختلف جواب ملتا۔ آپ ﷺ مکالمہ میں مطلوبہ شخص کو کلی مطمئین کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ایمان لانے والے اتنے مستحکم ہو جاتے کہ اس دین کے متعلق کبھی شک میں نہ پڑے۔

داعیانہ اندازِ گفتگو:

داعیانہ انداز گفتگو اپنے اندر ایک خاص نوعیت کی کشش رکھتا ہے۔ اس اسلوب گفتگو سے سامعین کے قلوب و ذہن پر ان مٹ نقوش مدتِ لامحدود تک باقی رہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے داعیانہ اسلوب سے خاص استفادہ کیا کیونکہ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ اس انداز گفتگو سے دین کے دشمن دین کے سب سے بڑے حامی بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ کے ذریعے آپ ﷺ کو دین کے بنیادی امور بتائے اور آپ ﷺ نے مجلس میں موجود صحابہ کی عمدہ انداز میں رہنمائی کی اور داعیانہ اسلوب کو استعمال فرمایا۔ حدیث کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

عن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قال:کان النبی ﷺ بارزا یو ما للناس،فاتاہ جبریل،فقال:ما الایمان؟قال:"الایمان ان تومن با للہ و ملائکتہ و بلقائہ و رسلہ و تومن بالبعث،قال:ما الاسلام ؟قال:الاسلام ان تعبد اللہ و لا تشرک بہ شیئا ،و تقیم الصلوۃ ،و تؤدی الزکاۃ المفروضۃ،و تصوم رمضان ،قال: ما الاحسان؟قال:ان تعبد اللہ کا نک تراہ فان لم تکن تراہ فا نہ یراک،قال:متٰی الساعۃ؟قال: ما المسؤل عنھا با علم من السائل،و ساخبرک عن اشراطھا اذا تطاول رعاۃ الابل البھم فی البنیان فی خمس لا یعلمھن الا اللہ ،ثم تلا النبی ﷺ :ان اللہ علم الساعۃ سورۃ لقمان آیۃ 34،ثم ادبر،فقال:ردوہ ،فلم یرو شیئا،فقال:ھذا جبریل،جاء یعلم الناس دینھم"27

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے اچانک ہمارے سامنے ایک شخص نمودار ہوا جس کا لباس نہایت سفید اور بال نہایت سیاہ تھے (ہیئت بتانے کے پیچھے یہ حکمت ہے کہ اس شخص کے لباس اور بالوں سے طویل سفر کے آثار نہ تھے

---

[27] ۔ امام بخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ کِتَابُ الإِیمَانِ، بَابُ سُؤَالِ جِبْرِیلَ النَّبِیَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الإِیمَانِ، رقم الحدیث:50

اور وہ ہے بھی اجنبی تھا) نہ سفر کے آثار تھے اور نہ ہم میں سے کوئی اس کا واقف تھا۔ وہ آپ ﷺ کے رو برو بیٹھ گیا اور اپنے دونوں زانوں آپ ﷺ کے زانوئے مبارک سے سے لگا لیے اور اپنے ہاتھوں کو اپنے دونوں زانوؤں پر رکھ لیا اور عرض کیا: اے محمد ﷺ مجھے آگاہ کیجیے کہ اسلام کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز کو عمدہ طریقے سے ادا کرے، ذکاۃ دے اور رمضان کے روزے رکھے وسائل رکھنے پر اللہ کے گھر کا حج کرے، یہ سن کر اس نے کہا آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔ پھر اس نے سوال کیا ایمان کیا ہے ، آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ تو ایمان لائے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر ، یوم آخرت پر اور قسمت کے اچھے اور برے ہونے پر اس شخص نے تصدیق کرتے ہوئے کہا آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔ پھر اس نے سوال کیا کہ احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اللہ کی عبادت ایسے کرے کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے اگر یہ ممکن نہ ہو تو یہ یقین رکھو کہ وہ ضرور تمہیں دیکھ رہا ہے۔ پھر سائل نے سوال کیا قیامت کے متعلق خبر دیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا جس سے تم دریافت کر رہے ہو وہ بھی سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ پھر اس نے قیامت کی کچھ نشانیوں کے متعلق پوچھا تو جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا جب لونڈی اپنے آقا کو جنے گی اور یہ کہ ننگے پیر چلنے والے، ننگے بدن والے، تنگ دست چرواہے بلند عمارتیں بنانے ایک دوسرے پر فخر کریں گے، راوی کہتے ہیں پھر وہ شخص چلا گیا تو آپ ﷺ نے کہا اسے واپس بلاؤ لیکن اس شخص کے آثار دور تک نہیں تھے۔ آپ ﷺ نے مجھ (عمر رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کیا تمہیں پتہ ہے یہ کون شخص تھا۔ میں نے جواب دیا اللہ اور رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا یہ جبریلؑ تھے جو لوگوں کو دین سکھانے آئے تھے۔

اس خوبصورت اور اصول و حکم کے خزینوں سے معمور حدیث میں آپ ﷺ نے داعیانہ اسلوب اختیار فرمایا۔ اس داعیانہ اسلوب کے اثرات دل میں اتر جانے والے ہیں اور اس اسلوب کے نتیجے میں دینی احکام پر عمل کرنے میں بھی لذت محسوس ہوتی ہے۔ اور انسان رشتوں کی حلت و حرمت کا پاس رکھنے، عقائد اسلام پر ایمان لانے، دنیا سے زہد اختیار کرنے اور اللہ تعالیٰ سے قربت میں اس حدیث سے بہت سے اصول اخذ کر کے دنیاوی و اخروی فلاح کا حقدار ہو سکتا ہے۔ نیز جس قدر اسرار اس حدیث میں منظر عام پر آئے ہیں اس لحاظ سے یہ حدیث آپ ﷺ کا معجزہ ہے اختصار اور فصاحت و بلاغت میں یہ حدیث اول درجہ پے ہے۔

کریمانہ اندازِ گفتگو:

مزاح اور خوش طبعی ایک ایسی پر کیف صورت ہے جو اللہ رب العزت نے ہر انسان کی سرشت میں رکھی ہے۔ اگرچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ مادہ بعض افراد میں کم ہوتا ہے اور بعض میں زیادہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جہاں کلام کے جملہ تمام اوصاف سے متصف فرمایا گیا وہیں مزاح کے فطری جذبہ سے بھی نوازا گیا۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاح کی کچھ مثالیں حسب ذیل ہیں:

"عن انس رضی اللہ عنہ انّ رجلا استعمل رسول اللہ ﷺ فقال انی حاملک علی ولد ناقة ،فقال ما اصنع بولد الناقة،فقال رسول اللہﷺ و بل تلد الابل الا النوق۔"28

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سواری کا سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ میں تمہیں سواری کے لیے اونٹنی کا بچہ دوں گا، سائل نے (پریشانی کے عالم میں) عرض کیا کہ میں بھلا اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اونٹنی اونٹ کے علاوہ بھی کسی کو جنم دیتی ہے۔

زیر بحث حدیث میں ہلکا پھلکا مزاح شامل ہے جس میں کسی کی تحقیر کا ادنیٰ شائبہ نہیں۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"انّ رسول اللہ ﷺقَالَ لَهُ: يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ"29

"بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا اے دو کان والے"

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت انس سے "اے دو کان والے" کہنا بھی ظرافت اور خوش طبعی کے طور پر تھا۔ یہ نہایت خوش کن ظرافت کا انداز ہے جو عموما معاشرے میں رائج ہے۔ مثلا سبق نہ آنے پر استاد طالب علم کو کہے کہ اگر کل سبق نہ یاد کیا تو ایسا تھپڑ رسید کروں گا کہ تمہارا سر دو کانوں کے درمیان آجائے گا،(جو کہ پہلے ہی درمیان میں ہے)۔ مزاح کی ایک اور عمدہ مثال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مندرجہ ذیل حدیث سے ملتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک صحابیہ عورت نے جو بوڑھی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دخول جنت کی دعا کے لیے التجاء کی تو جوابا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزاح کے انداز میں فرمایا کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی۔ یہ سننا تھا کہ بڑھیا رونے لگ گئی اور گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بوڑھی عورت کو پیغام بھجوایا کہ وہ بڑھاپے کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہو گی بلکہ جوان ہو کر داخل ہو گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

28ترمذی، محمد بن عیسی۔ سنن الترمذی۔ مصر: شرکتہ مکتبۃ 1975ء، رقم الحدیث: 1991

29الترمذي، محمد بن عیسی۔ السنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء في المزاح، ج:4 ص:358، الرقم الحدیث: 1992

"انا انْشاَ ء نهن انْشاَءً فجعلْنهن ابْکاراً"30

(ان کی بیویوں کو اس صورت میں دوبارہ زندہ کیا جائے گا کہ وہ (جوان) باکرہ (کنواری) ہوں گی۔)

اس پر بڑھیا خوش ہو گئی۔

نبی کریم ﷺ گناہ گاروں کے لیے رحمت بن کر آئے -ایک روایت میں خوبصورت واقعہ ارشاد فرمایا جس سے ایک طرف قارئین محظوظ ہوتے ہیں جبکی دوسری طرف کریمانہ صفت تکلم کا اندازہ ہو تا ہے- مثلا

عن عند الله بن مسعود رضی الله عنه قال:قال رسول الله ﷺ:انّی اعلم آخر اہل النّارخروجا منها و آخر اہل جنّة دخولا ،رجل یخرج من النّار کبوا فیقو ل الله :اذهب فادخل الجنّة فیاتیها،فیخیّل الیه انّها ملایی ،فیرجع ،فیقول : یا ربّ،وجدتها ملای،فیقول:اذهب فادخل الجنة ،فیاتیهافیخیّل الیه انّها ملای،فیرجع،فیقول :یا ربّ وجدتها ملای،فیقول:اذهب فادخل الجنّةفانّ لک مثل الدّنیا و عشرة امثالها،او انّ لک مثل عشرة امثال الدّنیا،فیقول :تسخر منّی او تضحک منّی و انت الملک ،فقد رائت رسول الله ﷺضحک حتّی بدت نواجذه،و کان یقول:ذاک ادنیّ اہل الجنّة منزلة31

"حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ سب سے آخر میں جہنم سے کون نکالا جائے گا یا سب سے آخر میں کون جنت کے اندر داخل ہو گا۔ یہ آدمی اپنے جسم کو گھسیٹتا ہوا جہنم سے باہر نکلے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اُس سے فرمائے گا: جا، جنت میں داخل ہو جا۔ وہ جنت میں داخل ہو گا تو اُسے گمان گزرے گا کہ شاید یہ بھری ہوئی ہے، چنانچہ وہ واپس لوٹ کر عرض گزار ہو گا: اے ربّ! وہ تو بھری ہوئی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اُس سے فرمائے گا: جا جنت میں چلا جا۔ پھر وہ جنّت میں جائے گا اور اسے گمان ہو گا شاید جنّت بھری ہوئی ہے وہ کہے گا اے اللہ جنّت تو پہلے ہی بھری ہوئی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ تو جنّت میں داخل ہو جا کیونکہ تیرے لیے دنیا کے برابر بلکہ اس سے بھی دس گناہ زیادہ جگہ ہے۔ وہ عرض پرداز ہو گا اے اللہ کیا آپ مجھ پر ہنستے ہیں یا میرا مذاق اڑاتے ہیں جبکہ آپ مالکِ حقیقی ہیں ۔راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اس بات پر آپ ﷺ اس قدر ہنسے کہ

[30] الواقعہ 35:56

[31] بخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح– رقم الحدیث: 6571

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھ مبارک نظر آنے لگیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اہل جنّت کے سب سے کم درجے والے شخص کا حال ہے۔"

یوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزاح اور کریمانہ انداز میں گفتگو فرماتے جو سبق آموز بھی ہوتیں اور جن سے کسی شخص کی دل آزاری بھی نہ ہوتی۔

یہ صفت آج کے دور میں بھی جس داعی کی دامن گیر ہوگی لوگ اس سے والہانہ محبت اور عقیدت رکھیں گے۔ کیونکہ الفاظ کی چاشنی دلوں میں رچ بس جاتی ہے اور مخاطب اس سے مثبت اثر قبول کرتا ہے۔

نفسیاتی تقاضوں کے مطابق گفتگو:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہترین ماہر نفسیات اور انسانی مزاج سے کلی آشنا تھے۔ نفسیاتی اصولوں اور بشری تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر گفتگو فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر فرد کے لیے نمونہ ہیں جس مزاج کا فرد ہوتا یا جیسی نفسیاتی خصوصیات رکھتا ویسا ہی اس کو جواب دیا جاتا۔ اس ضمن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے فرماتے ہیں۔

"كنت مع النبى فى سفر ،فا صبحت يوما قريبا منه و نحن نسير فقالت يا رسول الله اخبر لى بعمل يدخلنى الجنةو يباعدنى عن النار ،قال:لقد سالتنى عظيم،و انه يسير على من يسر ه الله عنه،تعبد الله و لا تشرك به شياو تقيم الصلوةو توتى الزكوةوتصوم رمضان و تحج البيت[32]

(میں ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ ایک دن جب ہم چل رہے تھے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہو گیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے جنت میں داخل کرنے والا اور آگ سے دور کرنے والا عمل بتایئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک تم نے عظیم چیز کے متعلق استفسار کیا ہے اور اس (منزل) کو جس کے لیے اللہ تعالیٰ آسان کر دے وہ یقینا سہل ہے۔ تم اللہ کی عبادت اس سلیقے سے کرو کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور اللہ کے گھر کا حج کرو۔

اسی خوبی کو ایک اور مثال سے تقویت ملتی ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں۔

عن ابى ہريره رضى الله عنه قال:"ان الرّجل جاء و قال للنبى ﷺ :يا رسول الله اوصينى ،قال:لا تغضب فردّمرارا"[33]

---

[32] ۔ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ۔ السنن، باب: کف اللسان فی الفتنۃ، رقم الحدیث:3943

[33] ۔ امام بخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح، دار السلام، الریاض، رقم الحدیث:639

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں "کہ ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے اللہ کے رسول مجھے نصیحت کیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نصیحت کرتے ہوئے فرمایا) غصہ نہ کر (اس نے سوال کو کئی مرتبہ دہرایا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرتبہ یہی فرمایا۔"

اس شخص کے کی نفسیات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرکھ لیا کیونکہ وہ بار بار استفسار کر رہا تھا اسی کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکمت بھری نصیحت کی کہ غصہ نہ کیا کرو۔

طوالت انسانی طبیعت پر گراں گزرتی ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی طبیعت کے کمزور پہلو اور اس کی نفسیات کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے احکامات صادر فرمائے تکہ طبیعت بوجھ محسوس نہ کرے۔

موقع و محل کے مطابق گفتگو :

آپ صلی اللہ علیہ وسلم موقع شناس اور خاص بصیرت کے حامل تھے اور حقیقت یہ ہے کہ بات کی تاثیر اور اہمیت بھی موقع و محل کی مناسبت سے ہی ہوتی ہے بے محل بات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور الفاظ ضائع جاتے ہیں- آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوران گفتگو اس خوبی کا خاص اہتمام فرماتے تا کہ سامعین پر نصیحت گراں بھی نہ گزرے اور وہ خوب فیض یاب بھی ہو جائیں۔

عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه،انّ رسول الله ﷺمرّ بالسّوق داخل من بعض العالیة و النّاس کنفته،فمرّبجدی اسکّ میّت فتناوله فاخذ باذنه ثمّقال ایّکم یحب انّ هذا له بدهم فقالوا ما نحب انّه لنا بشیئ و ما نصنع به ،قال ا تحبون انّه لکم قالوا و الله لو کان حیّا کان عیبا فیه لانّه اسکّ فکیف و هوا میّت فقال فو الله احون علی الله من هذا علیکم[34]

"حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک گلی سے ہوا جہاں بکری کا چھوٹے کانوں والا بچہ دیکھا جو مرا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا کون ہے جو اس کو ایک درہم میں لینا پسند کرے۔ حاضرین نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو اسے مفت میں بھی لینا پسند نہیں کرتے حتیٰ کہ اگر یہ زندہ بھی ہوتا تو چھوٹے کان کے عیب کی وجہ خریدنے میں حائل ہوتی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم اللہ کے ہاں یہ دنیا اس سے بھی زیادہ بے وقعت ہے جتنا یہ مرا ہوا بچہ تمہاری نظر میں بے وقعت و بے قیمت ہے۔"

[34] ۔ترمذی، محمد بن عیسی۔ السنن ترمذی۔ رقم الحدیث:2320

خیر خواہی کا تقاضا تھا کہ آپ ﷺ نصیحت کا کوئی موقع ضائع نہ کرتے۔ آپ ﷺ کی مندرجہ بالا حدیث میں دنیا کی بے وقعتی کو ظاہر کیا گیا ہے اور مثال سے اس لیے سمجھایا کہ بات دل میں اتر جائے اور ذہن پر نقش ہو جائے۔ اس مثال کے پیچھے حکمت یہ ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے اور اس کی متاع کو زوال ہے جبکہ رب کی ذات ہمیشہ رہنے والی ہے اس لیے زندگی کو شریعت کے اصولوں کے مطابق گزارنا چاہیے اسی میں فلاح مضمر ہے۔ دنیا کی بے وقعتی کو ظاہر کرنے کے لیے آپ ﷺ نے متعدد مواقع کو بطور آلہ استعمال کیا۔ اس کی ایک اور مثال یہ ہے کہ آپ ﷺ سخت چٹائی پر آرام فرمارہے تھے کہ اس کے نشان آپ ﷺ کے بدن مبارک پر پڑ گئے۔ اس پر صحابہ نے عرض کی کہ آپ ﷺ اجازت دیں کہ نرم بستر کا بندوبست کر لیا جائے۔ آپ ﷺ نے اس صورت حال کو نصیحت کے لیے موقعِ غنیمت سمجھا اور صحابہ اکرام کو دنیا کی بے ثباتی کے متعلق بتایا۔ آپ ﷺ کی حدیث ہے:

"عن عبد اللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ قال:نام رسول اللہﷺ علی حصیر،و قد اثر فی جنبہ قلنا:یا نبی اللہ ﷺلو اتخذنا لک و طاءَ ،فقال:ما لی و للدنیا ؟و ما انا فی الدّنیا الّا کراکب استظل تحت شجرۃثمّ راح و ترکھا۔"

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کھردری چٹائی پر آرام فرماتے تھے جب اٹھے تو بدن مبارک پر چٹائی کے نشان پڑے تھے۔ ہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول! ہم آپ ﷺ کے لیے پلنگ بنادیتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرا دنیا سے کیا تعلق؟ میں تو دنیا میں ایک سوار کی طرح ہوں (جو دوران سفر) کسی درخت کے سایہ میں ٹھہرتا ہے اور آرام کرنے کے بعد اسے چھوڑ کر (اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاتا ہے)

اس روایت میں کیسے موقع کی مناسبت سے صحابہ کرام کے دل سے دنیا کی محبت کو نکالا گیا۔ صحابہ کے لیے آپ ﷺ کی زندگی مبارک نمونہ عمل تھی اس لیے آپ ﷺ نے اپنی نظر میں دنیا کی وقعت کو مسافر خانہ قرار دیا تاکہ صحابہ بھی دنیا کی محبت کی بجائے اللہ کی محبت کو سب سے زیادہ اہمیت دیں اور آخرت کی تیاری کی فکر کریں۔

"عن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قال: قدم رسول اللہﷺبسبی ِفا ذا امرآۃ من السبیّ تسعی،اذ وجدت صبیّا ف السبیّ اخذتہ فا لزقتہ ببطنھا فارضعتہ، فقال رسول اللہ ﷺ:اترون ھذہ المراۃطارحۃولدھا فی النّار ؟قلنا:لا و اللہ،فقال:للہ ارحم بعبادہ من ھذہ بولدھا"[35]

[35] ۔ امام بخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ کتاب الادب، رقم الحدیث:5999

حضرت عمر بن خطاب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کچھ قیدی لائے گئے اور قیدیوں میں سے ایک عورت کسی کو تلاش کر رہی تھی۔ اس نے قیدیوں میں اپنے بچے کو پایا، اس عورت نے اپنے بچے کو پکڑا اور چھاتی سے چپکا لیا اور اسے دودھ پلانا شروع کر دیا۔

نبی کریم ﷺ نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا:

تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں ڈال دے گی؟

ہم نے عرض کیا، اللہ کی قسم! جہاں تک اس کی قدرت ہوئی ہے، اسے نہیں پھینکے گی۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اس عورت کے اپنے بچہ پر رحم کرنے سے زیادہ اللہ اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا ہے۔

دوران گفتگو زجر و توبیخ کا اصول:

ہمارے نبی مکرم جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم بردباری، تحمل مزاجی، اور زبانی مٹھاس جیسی عظیم صفات سے متصف تھے، اللہ تعالی نے آپ کی یہ خوبی قرآن کریم میں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ

ترجمہ: اللہ کی رحمت سے ہی آپ ان کے لیے نرم خو ہوئے، اگر آپ سخت گو اور سنگ دل ہوتے تو وہ سب آپ کے ارد گرد سے تتر بتر ہو جاتے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: اسْتَأْذَنَ رَهْطٌ مِنَ الْيَهُوْدِ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم فَقَالُوْا: اَلسَّامُ عَلَيْکَ، فَقُلْتُ: بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ، فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، إِنَّ اللهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّه، قُلْتُ: أَوَ لَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا؟ قَالَ: قُلْتُ: وَعَلَيْكُمْ."36

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ کچھ یہودیوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، پھر کہا: (اَلسَّامُ عَلَيْکَ) "معاذ اللہ) تجھے موت آئے۔" تو میں نے کہا: تمہارے اُوپر موت ہو اور لعنت ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! بیشک اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور ہر ایک معاملہ میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔ میں عرض گزار ہوئی: (یا رسول

[36] ۔ : . اَالبخاري، محمد بن اسماعيل۔ الجامع الصحيح۔ کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب إذا عرض الذمي وغيره بسب النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولم يصرح نحو قوله: السام عليكم، ج:6 ص:253، الرقم الحديث:6528

اللہ!) جو اُنہوں نے کہا وہ آپ نے نہیں سنا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے وَعَلَیکُم کہہ دیا تھا۔"

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أُدْعُ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ، قَالَ: إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ لَعَّانًا، وَإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً".37

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا: (یارسول اللہ!) مشرکین کے خلاف بد دعا کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا بنا کر مبعوث نہیں کیا گیا، مجھے تو صرف (سراپا) رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔"

اِس حدیث کو امام مسلم اور بخاری نے 'الادب المفرد' میں روایت کیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:'

'مجھے سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے عذاب بنا کر نہیں

" عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم : اَللّٰهُمَّ، اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ".38

"حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ یہ لوگ (مجھے) نہیں جانتے۔"

شفقت نبی ﷺ اور عشق صحابہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں:

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"انما مثلی و مثل امتی کمثلی رجل اِستوقد نارًافَجَعَلَتِ الدّوابُ والفراشُ یقعن فاناآخذ بِحُجَزِکُم و انتم تقمحُون فیه۔"39

" میری اور میری امت کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی شخص نے آگ جلائی، تو پروانے اور پتنگے آکر اس میں گرنے لگے۔ میں تمہیں کمر سے پکڑ پکڑ کر کھینچتا ہوں اور تم چھوٹ چھوٹ کر اس میں گرتے ہو"۔

37۔ امام مسلم، الجامع الصحیح۔ کتاب البر والصلۃ والآداب باب النھي عن لعن الدواب وغیرھا، رقم الحدیث: 6613

38۔ الطبراني، المعجم الکبیر، ج:6 ص:247، الرقم:5694

39۔ امام مسلم، الجامع الصحیح،، ج:2، ح:248

حتی کہ بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کے بد دعا کے مستحق ہونے کے باوجود ان پر بد دعا نہیں فرمائی، جیسے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: "کہا گیا: اللہ کے رسول! مشرکوں کے خلاف بد دعا کر دیجیے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مجھے لعنت کی صورت میں بد دعا کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، بلکہ مجھے تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔)" اس حدیث کو امام مسلم: (2599) نے روایت کیا ہے۔

"عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال» :جاء أعرابِيٌّ، فبَالَ في طَائِفَةِ المَسجد، فَزَجَرَه النَّاسُ، فَنَهَاهُمُ النبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَلمَّا قَضَى بَولَه أَمر النبي صلى الله عليه وسلم بِذَنُوب من ماء، فَأُهرِيقَ عليه"40

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے مسجد کے ایک گوشے میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے اسے ڈانٹا تو آپ ﷺ نے انہیں منع کر دیا۔ جب وہ پیشاب کر چکا تو نبی ﷺ نے پانی کا ایک ڈول لانے کا حکم دیا جسے اس پر بہا دیا گیا۔"

آپ ﷺ اعرابی لوگوں کے احوال سے خوب آگاہ تھے۔ آپ ﷺ کے منع کرنے کا سبب یہ تھا کہ وہ مسجد کی مختلف جگہوں، اپنے جسم اور کپڑوں کو خراب نہ کرے اور اس لیے کہ اسے پیشاب سے روکنے کی وجہ سے کوئی ضرر لاحق نہ ہو اور جب نبی ﷺ اسے تعلیم دیں اور نصیحت کریں تو وہ پورے طریقے سے اسے قبول کرے۔ آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ پیشاب والی جگہ پر پانی کا ڈول بہا کر اسے صاف کر دیں۔

حاصل بحث:

جوامع الکلم سے مراد ایسی صفت، خوبی، کمال اور فصاحت ہے کہ بالکل مختصر گنے چنے اور نپے تلے الفاظ میں مفہوم کی وسعت پائی جائے۔ الفاظ مختصر ہوں لیکن اصول و احکام کے ان گنت موتی مرتب انداز میں بدرجہ اتم پائے جائیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالی نے معجزاتی طور پر جوامع الکلم کی صفت سے متصف فرمایا تھا۔ آنحضور ﷺ کم سے کم الفاظ میں مفہوم و معانی اور اسرار و حکم سے بھرپور کلام فرماتے۔ عرب کے ہاں خطابت اور فصاحت و بلاغت پر مبنی کلام کی بڑی قدر تھی۔ اسی تناظر میں رب العزت نے ان کی طرف جو نبی بھیجے ان کو اس صفت میں اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا- آپ ﷺ نے اس صفت تکلم سے انقلاب برپا فرمایا اور لوگوں نے اپنی زندگیاں آپ ﷺ کے بتائے ہوئے اصول و حکم کے مطابق گزارنے کا فیصلہ کیا- آپ ﷺ کا کلام مختصر مگر نصائح سے لبریز ہوتا۔ آپ ﷺ کی جوامع الکلم عبر و نصائح کا شاہکار اور استنباط احکام کے اعتبار سے مصدر کا مقام رکھتی ہیں۔۔ جوامع الکلم کی بنیاد وحی و الہام ہے۔ آنحضور ﷺ نے خود فرمایا کہ مجھے جوامع الکلم سے نوازا گیا۔ یہ جوامع الکلم فصاحت و بلاغت کی عمدہ مثال اور آپ ﷺ کے داعیانہ اسلوب و محاسن کی عمدہ مثال ہیں۔

40۔ امام بخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح ، کتاب الوضوء باب: یھریق الماء علی البول، رقم الحدیث: 221